Studybeesofficial

Where Minds Pollinate

Class 9

اردو

غزل : سن تو سہی جہاں میں ہے تیرا افسانہ کیا

NOTES

Follow Our Socials

studybeesofficial

studybeesofficialpak

studybeesofficialpak

غزل:خواجہ حیدر علی آتش

شعر نمبر ا۔ **سن تو سہی جہاں میں ہے تیر افسانہ کیا**

کہتی ہے تجھ کو خلق خدا غائبانہ کیا

مشکل الفاظ	**معانی**
فسانہ	قصہ یا کہانی
خلق خدا	لوگ یا مخلوق
غائبانہ	غیر حاضری میں یا پیٹھ پیچھے

مرکزی خیال:

کبھی سنو تو سہی کہ لوگ تمہاری غیر موجودگی میں تمہیں کن الفاظ میں یاد کرتے ہیں۔

تشریح:

آتش اس شعر میں ایک ایسے عام انسانی رویے کی بات کر رہے ہیں جو ہمارے معاشرے میں بہت عام دیکھنے میں آتا ہے وہ یہ کہ ہم دوسروں کے سامنے تو ان کی بہت تعریفیں کرتے ہیں لیکن جب وہ شخص محفل سے اٹھ کر جاتا ہے تو سب اس کے خلاف بولنے لگتے ہیں۔ ایسا کرتے ہوئے نہ تو کسی کی حیثیت یاد رکھتے ہیں اور نہ اس کے ساتھ رشتہ، حتی کہ صاحب حیثیت و صاحب اقتدار لوگوں کے سامنے بھی دولت اور مراعات کے لالچ میں لوگ ان کی تعریفیں کرتے ہیں اور ایسا کرتے ہوئے زمین و آسمان کے قلابے ملا دیتے ہیں چاہے اس شخص میں خوبیاں ہوں یا نہ ہوں، لیکن جیسے ہی وہ لوگ بھی نظروں سے اوجھل ہوتے ہیں تو یہی تعریف کرنے والے ان کے خلاف بولنے لگتے ہیں ان کی برائیاں کرنے لگتے ہیں حتی کہ ان کے اخلاق و کردار کی دھجیاں بکھیر دیتے ہیں۔ بقول شاعر:

وہ نہ آیا تھا تو کیا کیا اختلاف رائے تھا   **اس کو دیکھا تو سارے ہم نوا کیسے ہوئے**

Studybeesofficial

اسی طرح غزل کے مخصوص رنگ یعنی عشق مجازی کے رنگ میں اس شعر کا مطالعہ کریں تو محبوب کے سامنے بھی لوگ اس کے حسن کی بے تحاشہ تعریفیں کرتے ہیں لیکن غیر موجودگی میں ظالم اور بے وفا کے نام سے یاد کرتے ہیں اسی لیے شاعر کہہ رہا ہے کہ اے محبوب! تم جو لوگوں کی خوشامد اور جھوٹی تعریفیں سن کر خوش ہوتے ہو اور ان کے سامنے مجھے بالکل اہمیت نہیں دیتے تو ایک دفعہ اگر تم ان کی وہ باتیں سن لو جو تمہارے بارے میں، تمہاری غیر موجودگی میں کہتے ہیں تو سب حقیقت تم پر کھل جائے گی کہ کون تمہارے ساتھ حقیقت میں مخلص ہے اور کون بے وفائی کر رہا ہے؟

یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ آتش کا یہ شعر ایک خاص پس منظر رکھتا ہے دراصل اتش اور ناسخ ایک ہی زمانے کے شاعر ہیں اور ایک ہی زمانے میں ہونے کی وجہ سے دونوں کی آپس میں معرکہ آرائیاں چلتی رہتی تھیں لوگوں میں بھی دو طرح کے گروہ تھے ایک گروہ کے خیال میں آتش لکھنو کا نمائندہ شاعر تھا اور دوسرے گروہ کا خیال تھا کہ ناسخ کو یہ مرتبہ حاصل ہونا چاہیے۔ ناسخ پر لوگوں کو یہ اعتراض تھا کہ اس کے ہاں جذبات واحساسات پر توجہ کم ہے اور زبان کو سنوارنے کی طرف زیادہ جب کہ آتش کی شاعری میں زبان وبیان کے ساتھ ساتھ جذبے کی بھی کمی نہیں۔

اس لیے اس شعر میں آتش ناسخ کے خلاف لکھتے ہوئے کہتے ہیں کہ تم جو اپنے اپ پر اتنا غرور کرتے ہو اپنے اپ کو استاد سخن کہتے ہو مگر غور کرو کہ تمہاری غیر موجودگی میں لوگ تمہیں کن الفاظ میں یاد کرتے ہیں؟ اگر تمہیں یہ علم ہو جائے تو تمہارا سارا غرور جاتا رہے۔

دراصل ناسخ کا رنگ سیاہی مائل تھا اور وہ رئیس خدا بخش کے لے پالک تھے اور چونکہ رئیس خدا بخش کی ساری جائیداد ان کو ملی تھی تو لوگ ان کے سامنے تو ان کی بہت تعریفیں کرتے تھے لیکن پیٹ پیچھے انہیں سیاہ فام پہلوان اور اس طرح کے ناموں سے یاد کرتے تھے جبکہ منہ پر انہیں استاد سخن کہتے تھے اس لیے یہاں پر آتش ان سے کہہ رہے ہیں کہ اگر آپ کو یہ علم ہو جائے کہ پیٹھ پیچھے لوگ آپ کو کن ناموں سے یاد کرتے ہیں تو آپ کا سارا غرور آپ سے چھن جائے گا۔

دراصل آتش کے اس شعر کا نچوڑ یہ ہے کہ منہ پر کی جانے والی تعریفیں کسی شخص کی بلند کرداری کا معیار نہیں ہوتیں۔ انسان کی اصل پہچان اس گفتگو سے ہوتی ہے یا وہ رائے زیادہ اہم ہوتی ہے جو کسی کی غیر موجودگی میں دی جائے۔

شعر نمبر2: **زیر زمین سے آتا ہے جو گل سو زر بکف**

قاروں نے راستے میں لٹایا خزانہ کیا

الفاظ معانی

زیر زمین زمین کے نیچے

Studybeesofficial

کف ہتھیلی

گل پھول

زر دولت

مرکزی خیال:

جو پھول بھی زمین سے آتا ہے اپنے ساتھ خزانہ لے کر آتا ہے تو کیا زمین کے نیچے قارون نے اپنا خزانہ لٹا دیا ہے۔

تشریح:

پھولوں کے اندر قدرتی طور پر سنہری رنگ کے چھوٹے چھوٹے دانے ہوتے ہیں جنھیں زر دانے کہا جاتا ہے۔ ہر پھول ان زر دانوں کے ساتھ ہی زمین سے باہر آتا ہے لیکن شاعر نے یہاں صنعت حسن تعلیل سے کام لیتے ہوئے زر دانوں کو یا پھول کے درمیان موجود ان سنہری دانوں کو سونا کہا ہے اور اس کی وجہ وہ قارون کے اس خزانے کو قرار دے رہے ہیں جو قارون کے ساتھ ہی زمین میں دفن ہو گیا تھا شاعر کا کہنا ہے کہ شاید وہ خزانہ جو زمین کے نیچے ہے قارون نے راستے میں لٹا دیا ہے لہذا جو پھول بھی اب زمین سے باہر آتا ہے تو اس کا دامن خزانے سے بھرا ہوا ہوتا ہے۔ بقول شاعر

لٹایا ہے قارون نے وہ خزانہ ۔۔۔۔۔ کہ ہر گل سر بکف نکلا زمین سے

قارون حضرت موسیٰ علیہ السلام کا چچازاد بھائی تھا اور اپنے زمانے کا امیر ترین شخص سمجھا جاتا تھا ایک روایت کے مطابق اس کے خزانوں کی صرف چابیاں لادنے کے لیے 40 اونٹوں کی ضرورت ہوتی تھی کیونکہ وہ دراصل سونا بنانے کا طریقہ جانتا تھا اس لیے اس کے پاس بے تحاشہ سونا تھا لیکن اللہ کے احکامات کی پیروی نہ کرنے کی وجہ سے اس پر اللہ کا عذاب آیا اور جس کے نتیجے میں وہ خزانے سمیت زمین میں دفن ہو گیا اور اب شاعر کا کہنا ہے کہ شاید ہر آنے والا پھول اسی خزانے کو لے کر زمین سے باہر آ رہا ہے۔

شعر نمبر 3: **طبل و علم ہی پاس ہے اپنے نہ ملک و مال**

ہم سے خلاف ہو کے کرے گا زمانہ کیا

الفاظ معانی

طبل ڈھول

Studybeesofficial

علم	جھنڈا
طبل و علم	اختیار
مال	دولت

مرکزی خیال:

بغاوت تو ہمیشہ صاحب حیثیت لوگوں کے خلاف ہوتی ہے میرے پاس تو کچھ بھی نہیں ہے اس لیے لوگ میرے خلاف ہو کر کیا کریں گے۔

تشریح:

اس شعر میں شاعر عام انسانوں کی نفسیات کے حوالے سے بات کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ لوگ ہمیشہ ایسے لوگوں سے حسد کرتے ہیں جن کے پاس مال و دولت کی فراوانی ہو یا وہ صاحب اختیار و اقتدار ہوں یعنی ان کے پاس حکومت ہو یا کوئی اعلی عہدہ اس لیے مجھے لوگوں کی طرف سے کسی بھی قسم کی مخالفت کیا دشمنی کا خدشہ نہیں کیونکہ ہم تو فقیر لوگ ہیں جن کے پاس نا معلوم دولت ہے نہ کسی ملک کی سربراہی کا شرف ہی حاصل ہے اور نہ اور کوئی ایسا اختیار جس کی وجہ سے لوگوں کی مخالفت کا سامنا کرنا پڑے۔ بقول شاعر:

ہم فقیروں سے کج ادائی کیا　　آن بیٹھے جو تم نے پیار کیا

اس لیے آتش اپنے مخالفین کو مخاطب کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ تمھیں ہماری مخالفت سے کچھ حاصل نہیں ہو گا کیونکہ ہم تو وہ درویش اور فقیر لوگ ہیں جنھیں دنیا کی چیزوں کی ہوس ہی نہیں جو دنیا سے محبت نہیں کرتے، لو نہیں لگاتے، ہم وہ لوگ ہیں جو اللہ سے محبت کرنے والے ہیں، وہ فقیر ہیں جن کی جھولی خالی بھی ہو تو اللہ کی محبت میں ہمیشہ زبان پر شکر کے الفاظ ہوتے ہیں۔ ہمارے پاس دنیاوی اعزازات نہیں ہیں، نہ جاہ و جلال ہے، نہ کوئی بادشاہت ۔ہمارے پاس تو صرف قناعت کی دولت ہے تو ہم سے دشمنی کر کے تمھیں کیا ملے گا زمانہ ہماری تباہی و بربادی پر کیوں آمادہ ہے ؟

حقیقت تو یہ ہے کہ ہمیں دنیا کی کوئی پرواہ نہیں سارا زمانہ بھی اگر ہمارے خلاف سازش کرنے لگے اور ہمارے خلاف ہو جائے تو ہمیں کوئی خوف نہیں کیونکہ ہم تو زندہ رہنے یا دنیا کی نعمتیں سمیٹنے کی خواہش ہی نہیں رکھتے ہم تو وہ لوگ ہیں جن کے بارے میں شاعر نے کہا تھا:

موت کیا آ کے فقیروں سے تجھے لینا ہے

سے موت سے پہلے ہی یہ لوگ تو مر جاتے ہیں

Studybeesofficial

شعر نمبر:4 **آتی ہے کس طرح سے میری قبض روح کو**

دیکھوں تو موت ڈھونڈتی ہے بہانہ کیا

الفاظ معانی

قبض روح جان نکالنا

مرکزی خیال: ہر شخص کی طرح میں نے بھی ایک دن جان دینی ہے دیکھنا یہ ہے کہ میری موت کا کیا بہانہ بنتا ہے

تشریح:

آتش اس شعر میں زندگی کی ایک بہت بڑی لیکن تلخ سچائی کی بات کرتے ہوئے کہہ رہے ہیں کہ یہ زندگی ہمارے پاس اللہ کی امانت ہے اور جسے ایک دن ہمیں واپس لوٹانا ہے۔ اللہ تعالی نے قران پاک میں صاف صاف فرمادیا ہے:

کل نفس ذائقۃ الموت""

ترجمہ: ہر نفس نے ایک دن موت کا ذائقہ چکھنا ہے۔

اور وہ ہر وہ شخص جسے زندگی ملی ہے اسے مرنا ضرور ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ اللہ تعالی جب زندگی عطا کرتے ہیں اور دنیا میں بھیجتا ہے اسی وقت اس شخص کی موت کا وقت، جگہ اور اس کی موت کی وجہ بھی لکھ دی جاتی ہے۔ جب یہ تینوں چیزیں باہم اکٹھی ہو جاتی ہیں تو اس کی روح قبض کر لی جاتی ہے۔

حقیقت تو یہ ہے کہ ہم اپنی روزمرہ زندگی میں بار بار اس چیز کا مشاہدہ کرتے ہیں کہ جب بھی کوئی شخص مرتا ہے اور اس کی موت کے بارے میں لوگ سوال کرتے ہیں کہ ان صاحب کو کیا ہوا تھا تو جواب ہوتا ہے حادثہ ہو گیا، ہارٹ اٹیک ہو گیا یا کسی اور بیماری کا نام لے دیا جاتا ہے۔ آتش کہتے ہیں کہ یہ سب اس دنیا سے جانے کے بہانے ہیں۔ دنیا میں آنے اور یہاں سے جانے کا یہ سلسلہ ازل سے جاری ہے اور کائنات کے اختتام تک اسی طرح چلتا رہے گا۔ **بقول شاعر:**

ع جو تھا نہیں ہے جو ہے نہ ہو گا

ہر شخص کو ایک مقررہ عمر عطا ہوتی ہے جس کے اختتام پر وہ اس دنیا سے رخصت ہو جاتا ہے۔ بقول شاعر

یہ اقامت ہمیں پیغام سفر دیتی ہے **زندگی موت کے انے کی خبر دیتی ہے**

Studybeesofficial

موت جیسی اٹل حقیقت کو بیان کرتے ہوئے شاعر بڑی بہادری سے پھر اپنی موت کے بارے میں بات کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ میں بھی اب اس انتظار میں ہوں کہ دیکھوں میری موت اب کس بہانے سے میری روح قبض کرتی ہے یعنی میرے دنیا سے جانے کی وجہ کوئی بیماری بنتی ہے یا کوئی حادثہ کیونکہ موت سے تو کوئی بچ نہیں سکا اور نہ بچ سکتا ہے تو میں بھی موت سے تو نہیں بچ سکتا دیکھنا صرف یہ ہے کہ اس موت کا سبب کیا ہو گا یعنی میری موت کا کیا بہانہ بنے گا۔

شعر نمبر5: **یوں مدعی حسد سے نہ دے داد تو نہ دے**

آتش غزل یہ تونے کہی عاشقانہ کیا

الفاظ	معانی
مدعی	دعوی کرنے والا
داد دینا	تعریف کرنا

مرکزی خیال:

آتش تم نے بہت عمدہ غزل لکھی ہے، اب یہ اور بات کہ تمہارے مخالفین حسد کی وجہ سے داد نہ دیں تو نہ دیں۔

تشریح:

غزل کا یہ آخری شعر تخلص ہونے کی وجہ سے مقطع کہلائے گا کیونکہ یہ آخری شعر بھی ہے اور اس میں تخلص بھی موجود ہے جو کہ مقطع کی لازمی اور ضروری شرائط ہیں۔

آتش اپنی غزل کے اس مقطع میں علم بدیع کی ایک اور خوبی " شاعرانہ تعلی " سے کام لے رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ آتش تم نے بہت عمدہ غزل لکھی ہے اور اس غزل کا ایک ایک شعر معنی و مفہوم کے اعتبار سے اپنی مثال آپ ہے۔ بحیثیت صنف سخن غزل کی ہر خوبی پر پورا اترتا ہے۔ اس میں علم بدیع کی خوبیاں بھی ہیں اور جذبات و احساسات کا اظہار بھی انتہائی باکمال ہے۔ اس لیے سچ تو یہ ہے کہ غیر جانبدار رہتے ہوئے ہر اس شخص کو جو شعر و شاعری سے شغف رکھتا ہو اور اسے کلام کی عمدگی کی پہچان ہو تو اسے ہر شعر پر دل کھول کر داد دینی چاہیے لیکن اگر کوئی شخص اتنی عمدہ غزل کو پڑھنے کے بعد یا سننے کے بعد کنجوسی سے کام لیتا ہے اور داد نہیں دیتا یعنی اگر کوئی شخص تعریف نہیں کرتا تو سمجھ لو کہ وہ حسد میں مبتلا ہے اور اس کی دشمنی اور حسد اسے

Studybeesofficial

داد دینے سے روک رہا ہے یعنی آتش تمہیں اس بات کا یقین ہونا چاہیے کہ کمی غزل میں یا اشعار میں نہیں ہے بلکہ کمی ان لوگوں میں ہے جن کے اندر یہ ظرف نہیں ہے کہ وہ تمہاری غزل کی تعریف کر سکیں۔

Studybeesofficial